شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ

لاہور

زیر سرپرستی
حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد رائے پوری
دامت برکاتہم العالیہ
مسند نشین
سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

قیمت فی شمارہ 5 روپے

شمارہ نمبر ا ● جنوری 2009ء محرم الحرام ۱۴۳۰ھ ● جلد نمبر ا

مجلس ادارت

صدر مجلس .... ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مدیر اعلیٰ .... مفتی عبد الخالق آزاد
مدیر .... محمد عباس شاد

مجلس مشاورت

- حضرت مولانا مفتی عبد المتین نعمانی (بورے والا)
- حضرت مولانا مفتی عبد القدیر (چشتیاں)
- حضرت مولانا مفتی عبد الغنی قاسمی (لاہور)
- حضرت مولانا محمد مختار حسن (نوشہرہ)
- حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی (چشتیاں)
- حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (D.I خاں)
- حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
- محترم محمد اسلوب قریشی (لاہور)
- محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
- محترم سید اصغر علی شاہ بخاری (پیر جو گوٹھ)
- محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
- محترم سید سیف الاسلام خالد (راولپنڈی)
- محترم ڈاکٹر عبد الرحمٰن راؤ (سرگودھا)
- محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
- حضرت مولانا قاری تاج افسر (اسلام آباد)
- حضرت مولانا محمد ناصر عبد العزیز (جھنگ)
- حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
- حضرت مولانا عبد اللہ عابد سندھی (شکارپور)

ترتیب عنوانات

- درسِ قرآن .... افادات: امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ — ۲
- درسِ حدیث .... مولانا خواجہ عبد الحیٔ فاروقیؒ — ۲
- اداریہ .... مدیر اعلیٰ — ۳
- فلسطین میں اسرائیلی جارحیت .... محمد عباس شاد — ۳
- خطبہ جمعۃ المبارک .... مفتی عبد الخالق آزاد — ۴
- اقوال خلفائے راشدین .... مرزا محمد رمضان — ۵
- حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کا سفر ہندوستان۔ پروفیسر ناصر عبد العزیز — ۶
- دینی مسائل .... مفتی عبد الغنی قاسمی — ۷
- رفتارِ کار .... عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ — ۷
- تعارف ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور .... مفتی عبد الخالق آزاد — ۸

برائے رابطہ:
رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

0092-42-6307714
6369089
Web:www.rahimia.org

شعبہ مطبوعات ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

درسِ قرآن

افادات: امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ

اخلاص وللّٰہیت

(۱) قل ھو اللہ احد o (تو کہہ دے کہ اللہ اکیلا ہے) جب کوئی قوم اپنے بلند ترین انسانی نصب العین ''دین'' سے گر جاتی ہے، تو اس میں شرک پیدا ہو جاتا ہے۔ غیر مذہبی جماعتوں میں شرک عموماً ثنویت (Dualism) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ کوئی لادینی فلسفی جماعت یہ سمجھ نہیں سکتی کہ خیر اور شر ایک ہی مرکز سے نکل سکتے ہیں۔ جب کہ ہر ایک شے کا وجود ایک مرکز سے ماننا حکمتِ عالیہ کی رو سے نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے، چنانچہ اس آیت میں اعلان کیا گیا ہے، کہ خدا تعالیٰ ہی کا ایک وجود ہے، جو کائنات کے وجود کے ایک ایک ذرے کا مصدر و منبع ہے، ایسے ہی کائنات میں جو تدبیر جاری ہے، اُس کے پس منظر (Bak ground) میں بھی اس ذاتِ واحد ہی کا ذہن عظیم کار فرما ہے۔

(۲) اللہ الصمد o (اللہ بے نیاز ہے) مذہبی جماعتیں مرکزی طاقت تو ایک ہی تسلیم کرتی ہیں، لیکن جب وہ شرک میں مبتلا ہو جاتی ہیں، تو بعض ذیلی طاقتیں ایسی بھی مان لیتی ہیں، جنھیں مرکزی طاقت چھوڑ نہیں سکتی، اُن ذیلی طاقتوں کے تقاضوں کو ماننا مرکز کے لیے ضروری سمجھ لیا جاتا ہے، مثلاً کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک انسان پیدا کیا۔ اُسے اپنے قرب کا درجہ عطا فرمایا۔ اب اگر وہ شفاعت کرے تو اسے رد نہیں کیا جائے گا (یعنی خدا تعالیٰ اُسے رد نہیں کر سکتا) اس آیت میں اسی قسم کے مشرکانہ فکر کا رد کیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر شے سے بے نیاز ہے۔ کوئی انسان کتنا ہی معزز کیوں نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے منشا کے مطابق کام کرنے پر مامور ہے۔ اُس میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی بات جبر سے منوالے۔

(۳) لم یلد ولم یو لد o (نہ اُس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا) اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کام کر رہی ہیں۔ اُس کی تجلیات یوں تو ہر ایک انسان کے قلب پر پڑتی ہیں، لیکن جس انسان کے قلب پر اُن کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست علوم حاصل کر سکتا ہے۔ اس طرح تحصیلِ علوم کا ایک مکمل نظام موجود ہے۔ ایسے خاص افراد کو انبیاء کہتے ہیں۔ گری ہوئی مذہبی جماعتیں اس نظام کو نہیں سمجھتیں اور خدا کے برگزیدہ بندوں کو خدا کا ''بیٹا'' کہنے لگ جاتی ہیں۔ حالانکہ وہ جانتی ہیں کہ خدا کا کوئی بیٹا ہو نہیں سکتا۔ اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہو سکتا ہے۔

(۴) ولم یکن لہ کفواً احد o (اور نہ اُس کے برابر کا کوئی ہے)

ثنویت کا ایک درجہ تو وہ تھا، جس میں خیر و شر کے الگ الگ مرکز مان لیے گئے تھے۔ اس کا رد پہلی آیت میں ہو چکا۔ اس کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ کوئی کمزور طاقت ترقی کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے برابر ہو گئی ہے۔ قدیم یونانیوں کا یہی عقیدہ تھا، اور ہندوؤں میں بھی اکثر اسی قسم کے افکار پائے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اُن میں بت پرستی یا دیوتا پرستی رائج ہو گئی، اس آیت میں اُن کا رد کیا گیا ہے۔ غرض اس مختصر سورۃ میں (۱) ثنویت (Dualism) (۲) شفاعت مطلقہ (۳) ابنیت، اور (۴) بُت پرستی یا دیوتا پرستی کا پورا پورا رد کر دیا گیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے، کہ وہ اکیلا ہے۔ اُس کا کوئی شریک و ہمسر نہیں، وہی وجود کا مصدر مطلق ہے۔ اور اس کی تجلیات کائنات میں کام کر رہی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک امر پر قرآنِ حکیم کی سورتوں میں مفصل بحثیں آ چکی ہیں۔ سورۂ اخلاص گویا ان تمام بحثوں کا خلاصہ (Blackboard Summary) ہے۔

جن اہلِ مکہ کا اس سورۃ پر ایمان بن گیا، وہ کچھ اور سمجھیں یا نہ سمجھیں، وہ قرآنِ حکیم کے دیئے ہوئے توحید کے سبق کو کبھی نہیں بھلا سکتے۔ اب ان میں کسی قسم کی بھی مشرکانہ ذہنیت پیدا نہیں ہو سکتی اور اس مشرکانہ ذہنیت کی خاطر جو اقتصادی طاقت پیدا ہوتی، وہ عود نہیں کر سکتی اور یہ اقتصادی طاقت جس سیاسی طاقت کی بحالی کی کوشش کرتی ہے، کبھی وجود میں نہیں آ سکتی۔ اس طرح سے قرآنی ذہنیت عرب میں مستحکم طور پر قائم ہو گئی۔

درسِ حدیث

تشریح: مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقیؒ

اخلاقِ حسنہ

عن عبد اللہ ابن عمرو قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:
''ان من احبکم الیّ احسنکم اخلاقاً''۔

وعنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:
''ان من خیارکم احسنکم اخلاقاً''۔

ترجمہ: ''حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے مجھے سب سے زیادہ وہ شخص پسند ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں''

اور عبداللہؓ بن عمروؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں بہترین آدمی وہ ہے، جس کے اخلاق بہترین ہوں''۔

(مشکوٰۃ شریف، کتاب الآداب، باب فی الرفق، الفصل الاول)

اوپر دو احادیث نقل کی گئی ہیں، ان کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں، لیکن دونوں کا مضمون ایک ہی ہے۔ ان احادیث میں اخلاق درست کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

پہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ان لوگوں کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہوں، جن کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں''۔

دوسری حدیث میں ہے: ''تم میں سب سے اچھا وہی ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں''۔

دونوں احادیث کا لب لباب ایک ہی ہے کہ اپنے اخلاق درست کرو۔

اب ہمیں اس پر غور کرنا ہے کہ اخلاق کیا چیز ہے؟ اور اس کی درستی کے کیا معنی ہیں؟۔

آج عام طور پر اخلاق کے معنی یہ سمجھے جاتے ہیں کہ آدمی خوشامد میں طاق ہو اور بڑے بڑے لوگوں کی اس قدر خاطر کرے کہ وہ اس سے خوش ہو جائیں۔ عرب میں بس یہی خرابی قبل از اسلام موجود تھی، وہ مہمانوں کی بڑی خاطر کرتے تھے اور بااثر لوگ، خاص کر اپنے شاعروں اور خطیبوں کی آؤ بھگت بہت کرتے تھے تاکہ وہ ان کی تعریف ہر جگہ کرتے پھریں۔ آنے جانے والوں کی خاطر مدارات اچھی بات ہے، لیکن اس کا مقصد بلند ہونا چاہیے۔ نری دنیا کی تعریف سے کام نہیں چلتا۔

آپؐ نے فرمایا کہ: ''آخرت کی زندگی کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے اور وہ جب درست ہوگی، جب تم نیک کام کسی دنیاوی غرض سے نہیں بلکہ اپنے خالق اور رب کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے کرو گے''۔ اس لیے اسلام میں اخلاق کا معیار اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھنا ہے۔

اس مقصد کے لیے ہمارے امام اور ہمارے پیشوا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے نمونہ ہیں۔ انہوں نے کوئی کام دنیا کی عزت اور نام نمود کے لیے نہیں کیا۔ خاص کر ہمارے حکمران لوگوں کو خیال رکھنا چاہیے کہ سلطنت کا طریقہ حضورؐ سے سیکھیں۔ آج کل کے نمونے گمراہ کن ہیں، وہ عوام کا مال، نمائش، دھوم، دھڑکے میں لٹاتے ہیں۔ حالانکہ ان کی رعایا میں ایسے لوگ موجود ہیں، جو ایک وقت کی روٹی کے بھی محتاج ہیں۔ یہ ہمارے پیشوا ہمارے ہادی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ نہیں ہے۔

اخلاق کا ایک پہلو اجتماعی حوالے سے انسانی حقوق کی ادائیگی کا ہے۔ یعنی اعلیٰ انسانی اخلاق و اقدار پر اجتماعی نظام تشکیل دینا۔ سوسائٹی میں موجود افراد کی شیرازہ بندی کے لیے ایسا سیاسی نظام تشکیل دینا، جو سوسائٹی میں امن دے اور معاشی حوالہ سے خوشحالی پیدا کرے، تاکہ بحیثیت مجموعی افرادِ انسانی اعلیٰ اخلاق کے حامل ہوں۔

اداریہ

ماہنامہ ''رحیمیہ'' کا آغاز

الحمد للہ! ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور اپنی تاسیس (2001ء) کے تقریباً آٹھ سال بعد ماہنامہ ''رحیمیہ'' کا اجرا کر رہا ہے۔ اور قارئین کی خدمت میں اس کا پہلا شمارہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ ادارہ کی تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں کے فروغ کے حوالے سے یہ ایک بڑی پیش رفت ہے۔

ادارہ رحیمیہ نے آج سے آٹھ سال قبل جن پُر آشوب حالات کے باوجود اپنے دینی اور شعوری سفر کا آغاز کیا تھا، وہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ گرد و پیش کے ماحول اور نظام جبر نے ہمارے نوجوان طبقہ میں مایوسی اور مرعوبیت پیدا کر کے اور انہیں پراگندہ خیالی و انتشار ذہنی میں مبتلاء کر کے بڑا منفی کردار ادا کیا ہے۔ ایسے ماحول میں بڑی ضرورت ہے کہ نوجوان نسل کو ان مایوس کن حالات کے جبر سے باہر نکالا جائے۔ اسی تناظر میں ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور میں حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں علوم قرآنیہ (یعنی تفسیر، حدیث، فقہ اور تزکیۂ قلوب و تصفیہ باطن) کی تعلیم و تربیت کا نظم قائم ہوا۔ اور ان علوم کی اساس پر سماجیات، سیاسیات، اقتصادیات اور تاریخ و فلسفہ، ایسے شعبوں میں تعلیم و تربیت اور افہام و تفہیم کا جدید اور شعوری اسلوب متعارف کروایا ہے۔ جس سے نوجوانوں کے اندر دینی فکر اور نظریہ پر پختہ یقین و اعتماد، غلبۂ دین کی جد و جہد کے حوالے سے شعوری محنت کی اہمیت، نظریاتی پختگی اور یکسوئی اور روحِ عصر کے تناظر میں سوسائٹی کے سلگتے ہوئے مسائل کے حل کرنے کی جرأت و ہمت کا جذبہ بیدار کرنے کے مواقع پیدا ہوئے۔ الحمد للہ! ادارہ کو اس میدان میں کامیابی حاصل ہوئی۔ گزشتہ آٹھ سالوں میں ادارہ رحیمیہ نے اپنے مقاصد و اہداف کے حصول کے حوالے سے خاصی پیش رفت کی ہے۔ اور کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اس دوران اس کی تعمیر اور ترقی کا عمل مسلسل جاری رہا ہے۔ اس عرصہ میں احباب کے تعاون سے نہ صرف یہ کہ اس کی عمارات کی تعمیر اور ظاہری حسن میں اضافہ ہوا ہے۔ بلکہ اس کی تعلیمی اور تربیتی سرگرمیاں بھی باہم مربوط طور پر روبہ ترقی رہی ہیں۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ (مسند نشین خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائپور) کی توجہات و فیوضات و برکات کے ثمرات، ادارہ کی روز افزوں ترقی کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے ذریعے ہزارہ دوم کے مجددین یعنی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ اور حضرت الامام حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ اللہ اور ان کے وابستگان، سلسلہ ولی اللہی کے اکابرین علماء ربانیین کے علوم و افکار اور رشد و ہدایت پر مبنی تعلیمات کا پھیلاؤ اور اس پر شعوری جد و جہد کا عمل مسلسل جاری رہا ہے۔ اس دور میں ولی اللہی سلسلہ کے فیض یافتہ رہنمایان، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ دہلوی، قطب عالم حضرت شاہ عبد الرحیم رائے پوری قدس سرہٗ اور قطب الارشاد حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہٗ کے افکار و ملفوظات پر مبنی راہ فکر و عمل سے متعارف کرانے کی بڑی ضرورت ہے۔ خاص طور پر ولی اللہی نظریہ فکر و عمل کی اساس پر سوسائٹی کے سیاسی، سماجی اور اقتصادی دائروں میں شعوری محنت کا عمل بڑے منظم انداز میں آگے بڑھانا وقت کا تقاضا ہے۔ اس حوالے سے ادارہ رحیمیہ نے سینکڑوں، ہزاروں نوجوانوں میں سماجی تشکیل کے درست لائحہ عمل کا دینی شعور بیدار کیا اور ان اکابرین اولیاء اللہ کے فکر و عمل سے آگاہ کیا۔ ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور کی یہ ترقیات مسلسل جاری ہیں۔ اس سال ایک اور قدم اٹھاتے ہوئے ادارہ کی مجلس مشاورت میں فیصلہ کیا گیا کہ ادارہ کی تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں کو فروغ دینے اور قرآنی نظریہ فکر و عمل کے پھیلاؤ کے لیے ایک ماہنامہ پرچے کا آغاز کیا جائے۔ چنانچہ اسی تناظر میں سال نو کے آغاز پر ماہنامہ ''رحیمیہ'' کا پہلا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ اس میں ادارہ میں ہونے والی سرگرمیوں سے آگہی کے ساتھ ساتھ درسِ قرآن، درسِ حدیث، بزرگوں کے ملفوظات، خطبات جمعۃ المبارک، دینی مسائل اور حالات حاضرہ کے حوالے سے بھی راہنمائی موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے استفادہ کرنے، اپنے دینی نظریہ کو پختہ کرنے، اور متحرک عمل پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(مدیر اعلیٰ)

فلسطین میں اسرائیلی جارحیت

محمد عباس شاد

27 دسمبر 2008ء کے بعد 18 جنوری 2009ء کی رات وہ پہلی رات تھی جب فلسطین کے زخمی بچوں نے اسرائیل کی خونخوار فائرنگ کی آواز نہیں سنی۔ لیکن ہزاروں فلسطینیوں کو نگل جانے والی اسرائیلی جارحیت کا خوف ابھی تک فلسطینی عوام کے ذہنوں پر مسلط ہے۔ بائیس روز تک اسرائیل کی وحشیانہ بربریت کے بعد غزہ کی صورتحال بتدریج معمول پر آرہی ہے۔ متاثرین اپنے پیاروں کی لاشیں تلاش کر رہے ہیں۔ ایک اطلاع کے مطابق پندرہ فلسطینی بچوں کی لاشیں بیت لاہیہ میں اسرائیلی بمباری سے تباہ ہونے والی بلڈنگ کے ملبے سے نکالی گئی ہیں۔ اس المیے میں ایک ہزار تین سو پندرہ فلسطینی شہید، تقریباً چھ ہزار سے زائد زخمی، پچاس ہزار بے گھر، دس لاکھ بجلی سے محروم اور چار لاکھ سے زیادہ گھرانے پانی جیسی بنیادی ضروریات زندگی سے محروم ہوگئے ہیں۔ اسرائیلی حملوں اور بمباری کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کی تعمیر نو پر خرچ ہونے والے اخراجات کا تخمینہ ایک ارب اسی کروڑ ڈالر لگایا گیا ہے، فلسطینی ادارہ برائے شماریات کے مطابق بائیس روزہ جنگ میں معاشی سرگرمیوں کا مجموعی خسارہ 5 5 کروڑ تک پہنچ گیا ہے جو یومیہ 2 کروڑ 40 لاکھ ڈالر بنتا ہے۔ غزہ میں اسرائیل کی کاروائی اس کی توسیع پسندی، صیہونیت، اور جنگی جرائم کا تسلسل ہے وہ 1948,1967,1973 کی عرب اسرائیل جنگوں کے علاوہ 1956 میں مصر کے خلاف جنگ لڑ چکا ہے 1976,1982, 2006 میں لبنان پر حملہ کر چکا ہے، شام کے ایک حصے پر قابض ہے، اردن میں مہم جوئی کر چکا ہے، عراق کا ایٹمی پروگرام تباہ کر چکا ہے۔

وہ اپنے قیام سے آج تک مسلسل ان جرائم کا مرتکب ہو رہا ہے، اس پر مستزاد یہ کہ اسے عالمی سرمایہ دار قوتوں کا ہر طرح کا تعاون بھی حاصل رہا ہے، یاد رہے کہ امریکہ 34 مرتبہ اسرائیل مخالف قراردادوں کو ویٹو کر چکا ہے، اسرائیل کو سالانہ تین ارب ڈالر امریکی امداد ملتی ہے۔ اتنی بربادی اور انسانیت کی تذلیل کے باوجود عالمی قوتیں اسرائیل کے جارحانہ عزائم کو لگام دینے میں ناکام رہی ہیں۔ مسلمانوں کا اتنی بے دردی سے بہتا خون دیکھ کر دنیا میں امن، آزادی، اور انصاف کی بات کرنے والے حلقے خاموش کیوں ہیں، جب کہ وہ اپنی انٹیلیجنس کی جھوٹی رپورٹس پر عراق جیسے ملک کو جنگ کی بھٹی میں دھکیل کر اب تک سات لاکھ انسانوں کو موت کی وادی میں پہنچا چکا ہے حالاں کہ اسرائیل فلسطینیوں پر ایسا خوفناک اسلحہ استعمال کر رہا ہے جس کا عراق میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ناروے کے دو ڈاکٹروں جو دس روز تک فلسطینیوں کا علاج کرتے رہے ہیں نے انکشاف کیا ہے کہ اسرائیل غزہ میں خوفناک ہتھیار استعمال کر رہا ہے ڈاکٹر میڈز گلبرٹ نے اوسلو کے ایئرپورٹ پر اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ غزہ کو اسرائیلی ہتھیاروں کی آزمائش گاہ یعنی ،،ٹیسٹ لیبارٹری،، کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے ڈاکٹر میڈز گلبرٹ کے مطابق انہوں نے اور ان کے ساتھی ڈاکٹر فوسے نے جن مریضوں کا علاج کیا ہے ان پر کیمیائی ہتھیار استعمال ہوئے ہیں۔

دنیا کو فلسطین کے مسئلہ کو مذہبی تقسیم سے اوپر اٹھ کر دیکھنا چاہئے کیونکہ یہاں اسرائیل انسانیت کے خلاف برسرپیکار ہے، اس نے یہاں تمام انسانی حقوق کو پامال کیا ہے، اور کسی بھی عالمی انسانی ضابطے کو تسلیم نہیں کیا۔ حالیہ اسرائیلی جارحیت میں زخمی بچوں، بوڑھوں اور خواتین کے علاج کے لیے ایران سے آنے والے ادویات سے لدے سمندری جہاز کو اسرائیلی فوجوں نے غزہ سے گیارہ میل دور سمندر میں روک لیا اور ادویات زخمیوں تک نہیں پہنچنے دیں، اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کی سربراہ navi pillay نے کہا ہے کہ غزہ میں انسانی حقوق کی پامالی اور بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی اتنی سنگین ہے کہ وہ جنگی جرائم کے زمرے میں آتی ہے اور اسرائیل کے خلاف جنگی جرائم کا مقدمہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ فلسطینیوں کی نسل کشی پر عالمی طاقتوں کی خاموشی وہ دہرا معیار ہے جس سے دنیا میں انتہا پسندی کو فروغ ملے گا۔

(بقایا صفحہ نمبر ۵)

خطبہ جمعۃ المبارک

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب
ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

(مؤرخہ: 9 جنوری 2009ء بمقام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، لاہور) ضبط و تحریر: مولانا محمد جمیل

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم، اما بعد: قال الله تبارک وتعالی: ان فی ذالک لأیة لقوم یعقلون . (النحل: ۶۷) وقال تعالیٰ: قالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر . (الملک: ۱۰) وقال النبی صلی الله علیه وسلم: کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء، کلما هلک نبی فخلفه نبی آخر، الآ لا نبی بعدی سیکونون بعدی خلفاء فیکثرون. او کما قال النبی صلی الله علیه الصلوة والسلام. صدق الله مولانا العظیم وصدق رسوله النبی الکریم.

معزز دوستو! قابلِ غور بات یہ ہے کہ انسانیت کا شرف اس میں ہے کہ وہ اللہ سے سچا تعلق قائم کرے، تا کہ اللہ کی محبت و عظمت دلوں میں پیدا ہو اور اللہ کے تعلق سے انسان کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہو جائے کہ وہ انسانیت کے لیے خدمت کرنے کے کام آئے اور انسانیت کے مسائل اور مشکلات حل کرنے کے لیے جدوجہد کرے۔ اصل میں انسان اس کائنات میں فضول نہیں پیدا ہوا، بلکہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ کر اس کے مطابق عمل کرنے کی جدوجہد کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا انسان کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے انسان کو عقل و شعور بخشا۔ گویا کہ انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عقل و شعور کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ اور یہ جاننے کی کوشش کرے کہ اس کے بنیادی حقوق کیا ہیں؟ اور وہ کیسے پورے ہوں گے؟۔ اور اللہ کا حق پہچاننے کی کوشش کرے۔ اور یہ یقین کرے کہ اس کائنات کو تخلیق کرنے والی ایک ذات ہے جو کہ اپنے اختیار اور ارادے سے اس نظام کو چلا رہی ہے۔ یہ کائنات خودساختہ اور خودرو نہیں ہے بلکہ یہ ایک خاص سسٹم کے تحت وجود میں آئی ہے اور اسی سسٹم کے تحت کام کر رہی ہے۔ یہاں کوئی بے ترتیبی نہیں ہے۔ ہر ایک کے راستے اور طریقے متعین ہیں اور اس کے کام کرنے کا طریقہ اور اسلوب مقرر شدہ ہے۔

گویا کہ اللہ کے علم اور قدرت کا اس پوری کائنات میں کنٹرول ہے۔ اس کے نتیجہ میں مخلوق کا اللہ کے ساتھ تعلق پیدا ہوتا ہے، اور یوں دلوں میں اللہ کی عظمت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ مسلمان ہونے کا مطلب یہی ہے کہ وہ اللہ کی معرفت حاصل کر کے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرے۔ اللہ کی عظمت یہ کوئی رسمی عمل نہیں ہے کہ ظاہری طور پر اس کا اظہار کر دیا جائے بلکہ جب اللہ کی عظمت! انسان کے دل و دماغ میں رچ بس جاتی ہے تو اس کے کچھ عملی نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے اس انسان کو اپنے جیسے دوسرے انسانوں اور مخلوق کے ساتھ تعلقات اور معاملات بہتر کرنے ہوں گے۔

اللہ سے سچے تعلق کا لازمی نتیجہ انسان دوستی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ تعلق انسانوں کے حقوق کی ادائیگی کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ اس کائنات کو ایک سسٹم اور نظم و ضبط کے تحت چلا رہے ہیں، اسی طرح انسان اپنے اندر یہ صلاحیت پیدا کرتا ہے کہ وہ انسانی معاشرے میں عدل کی بنیاد پر ایک سسٹم قائم کرنے کی جدجہد کرے۔

اللہ سے تعلق کے نتیجہ میں اللہ کے اخلاق انسان کی زندگی کا حصہ بن جائیں۔ اگر محبت کے نتیجہ میں محبوب کے اخلاق اپنے اندر پیدا نہ ہوں تو وہ محبت ایک رسمی عمل ہوگا۔ اسی لیے صوفیاء کرام کے ہاں یہ مسلمہ بات ہے کہ "تخلقوا باخلاق اللہ" کہ اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ کی ذات غفور اور رحیم ہے وہ رب ہے کہ انسانوں کے نقائص دور کر کے ان کو کمال تک پہنچاتا ہے۔ اللہ کی محبت کا دعویٰ کرنے والا آدمی اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ انسان دوستی کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ محبت کا اظہار لفظوں میں نہیں ہوتا بلکہ اس کے اظہار کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ عدل وانصاف کے اصولوں پر برتاؤ کیا جائے۔

اللہ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے لوگ سب سے پہلے انبیاء ہیں اور خاص طور پر حضور اکرم ﷺ اور آپؐ کے دل میں تمام عالم کے انسانوں کی ہمدردی موجود تھی۔ گویا کہ انسان اپنے عقل و شعور کو کام میں لا کر اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتا ہے کیوں کہ ذمہ داریوں کو نہ محسوس کرنا بڑی کوتاہی کی بات ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوں گے۔ قرآن نے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: **قالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر . (الملک: ۱۰)** کہ اگر ہم اپنے عقل و شعور سے کام لیتے تو کبھی جہنم کا ایندھن نہ بنتے، تو گویا کہ عقل و شعور سے کام نہ لینا اس سے نہ صرف دنیا جہنم بن جاتی ہے بلکہ آخرت بھی جہنم بن جاتی ہے۔ اللہ سے تعلق رکھنے والے لوگ بے وقوف نہیں ہوتے۔ اسی لیے حضورؐ نے فرمایا کہ ایک مسلمان ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاسکتا۔ وہ بے وقوف نہیں ہوتا بلکہ نقصان سے دور رہتا ہے۔ اپنی عقل کو استعمال کرتا ہے۔ اس لیے قرآن نے فرمایا کہ اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ!۔ دشمن کے ساتھ دشمنی والا معاملہ نہ رکھنا بڑی حماقت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ معاشرتی حوالہ سے جو لوگ ہمارے معاملات اور کاروبار کو نقصان پہنچاتے ہیں، ان سے ہم تعلق ختم کر لیتے ہیں اور جو ہمارا فائدہ سوچتے ہیں، ان سے تعلقات قائم رکھتے ہیں۔ عقل و شعور کے نتیجہ میں یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ کون لوگ ہیں جو ہمارے لیے نقصان کا ذریعہ ہیں۔ ہمارے حقوق توڑتے ہیں، ہم پر ظلم اور زیادتی کرتے ہیں، اور وہ کون لوگ ہیں جو ہمیں نفع پہنچا رہے ہیں۔

انسانی فطرت کا بنیادی تقاضا عقل و شعور کا استعمال ہے۔ اللہ سے تعلق والا انسان تو عقل مند اور باشعور ہوتا ہے۔ احمق اور بے وقوف نہیں ہوتا۔ ان کی عقل انسانیت کے حق میں نتائج پیدا کرتی ہے۔ اور جو چیزیں انسانیت کو نقصان دینے والی ہیں ان سے بچنے کی حکمت عملی ان کے سامنے آنی چاہیے۔

اب سوچنے کی بات یہ کہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور اس وقت زوال کا شکار ہیں۔ اللہ کے تعلق اور محبت کا دعویٰ اور اعلان کرتے ہیں، اس کے باوجود ہم مجموعی طور پر زوال کا شکار ہیں۔ قومی حقوق کی ادائیگی میں ناکام ہیں، بین الاقوامی بحران کا شکار ہیں۔ قومی سطح پر ایک عادلانہ سماجی نظام تشکیل دینے میں ناکام ہیں، مذہبی فرقہ بندی اور قتل و غارت کا شکار ہیں۔ گویا کہ ہم نے مذہب کو فرقہ واریت کا ذریعہ بنا دیا، یہ کتنا بڑا المیہ ہے۔ حضور ﷺ کی آمد سے قبل حجاز میں مختلف قومیں تھیں۔ مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں، جنگیں تھیں، قتل و غارت گری ہو رہی تھی، صرف اس وجہ سے کہ ایک آدمی کے اونٹ دوسرے کے کھیت میں چلے گئے۔ اتنی سی بات پر دو قبیلوں میں چالیس سال تک جنگ جاری رہی ہے۔

آپ دیکھیں کہ یہ ساری خرابیاں عقل و شعور نہ ہونے کا نتیجہ تھیں۔ لیکن جب یہی جماعت حضور ﷺ کی تربیت حاصل کرتی ہے، قرآن پڑھتی ہے تو یہی جماعت دنیا میں امن قائم کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لے لیتی ہے، دنیا بھر میں عدل وانصاف کا نظام قائم کرتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہم آج کے دور میں مذہب کے نمائندہ ہیں، عبادات سرانجام دیتے ہیں لیکن وہ عقل و شعور جس سے مسائل حل ہوں، مشکلات دور ہوں، سماج بحیثیت مجموعی ترقی کرے، ہمارے اندر نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا پرستی کا ہمارا تعلق رسمی ہے، وہ حلق سے اوپر اوپر ہے، زبانی کلامی ہے۔ وہ نظریہ جو دین کا بنیادی مقصد ہے وہ ہماری زندگی سے خارج ہے، وہ محض ایک تصور اور تخیل ہے۔

(بقایا صفحہ نمبر ۶)

اقوالِ خلفائے راشدین

مرتب: مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

(۱) گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے مگر گناہ سے بچنا واجب تر ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

(۲) خوفِ الٰہی بقدر علم ہوتا ہے اور خدا سے بے خوفی بقدر جہالت۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

(۳) خلقت سے تکلیف دور کر کے خود اٹھا لینا حقیقی سخاوت ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

(۴) دل مردہ ہے اور اس کی زندگی علم ہے۔ علم بھی مردہ ہے اور اس کی زندگی طلب کرنے سے ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

(۵) بروں کی ہم نشینی سے تنہائی بدرجہا بہتر ہے اور تنہائی سے صحبتِ صلحاء بدرجہا بہتر ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

(۶) قوت فی العمل یہ ہے کہ آج کے کام کل پر نہ اٹھا رکھے جائیں۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

(۷) کسی مسلمان کو یہ زیبا نہیں کہ تلاشِ رزق میں بیٹھ جائے اور دعا کرے کہ اے خدا مجھ کو رزق دے کیوں کہ تم کو معلوم ہے کہ آسمان سے چاندی اور سونا نہیں برستا۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

(۸) تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں:

(۱) سلام کرنا۔

(۲) دوسروں کے لیے مجلس میں جگہ خالی کرنا۔

(۳) مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

(۹) آدمی کے نماز روزہ کو نہیں بلکہ اس کی دانائی اور راستبازی کو دیکھنا چاہیے۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

(۱۰) خشوع و خضوع کا تعلق دل سے ہے نہ کہ ظاہری حرکات سے۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

(۱۱) مقدمات کا جلد تصفیہ کرنا چاہیے تاکہ دعویٰ کرنے والا دیر کے سبب کہیں اپنے دعوے سے مجبوراً دستبردار نہ ہو جائے۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

(۱۲) جب عالم (لیڈر رہنما) کو لغزش ہوتی ہے تو اس سے ایک عالم لغزش میں پڑ جاتا ہے۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

(۱۳) اگر میں ایسی حالت میں مر جاؤں کہ اپنی محنت و سعی سے اپنی روزی تلاش کرتا ہوں تو مجھ کو اس سے زیادہ پسند ہے کہ خدا کی راہ میں غازی ہو کر مروں۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

(۱۴) تعجب ہے اس پر جو حساب کو حق جانتا ہے اور پھر مال جمع کرتا ہے۔ (حضرت عثمانؓ)

(۱۵) ایک پرہیزگار فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے۔ (حضرت عثمانؓ)

(۱۶) ایسی بات مت کہو جو مخاطب کی سمجھ سے بلند ہو۔ (حضرت عثمانؓ)

(۱۷) حق پر قائم رہنے والے مقدار میں کم ہوتے ہیں اور منزلت و اقتدار میں زیادہ ہوتے ہیں۔ (حضرت عثمانؓ)

(۱۸) خندہ روئی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے۔ (حضرت علیؓ)

(۱۹) مشورہ باعثِ تقویت ہے۔ (حضرت علیؓ)

(۲۰) فاسق کی برائی بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔ (حضرت علیؓ)

(۲۱) سمجھداری اس کا نام ہے کہ انسان اپنے تجربہ کو محفوظ رکھے اور اس کے مطابق کام کرے۔ (حضرت علیؓ)

(۲۲) دشمن ایک بھی بہت ہے اور دوست زیادہ بھی تھوڑے ہیں۔ (حضرت علیؓ)

(۲۳) تجربے کبھی ختم نہیں ہوتے اور عقل مند وہ ہے جو ان میں ترقی کرتا رہے۔ (حضرت علیؓ)

(۲۴) سمجھدار وہ ہے جو زمانہ کی روش پر چلے۔ (حضرت علیؓ)

سہ ماہی مجلہ ''شعور و آگہی'' کا اجراء

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور سے

عنقریب ایک علمی، تحقیقی مجلہ کا اجراء ہو رہا ہے، جس میں تحقیقی مقالہ جات شائع کیے جائیں گے۔ احباب کو علمی اور تحقیقی مقالہ جات لکھنے کی دعوت دی جاتی ہے مضامین اور مقالہ کم از کم A*4 سائز کے بیس سے تیس صفحات پر مشتمل ہونا چاہیے۔ تحریر صاف اور کاغذ کے ایک طرف لکھی ہو۔ مقالہ اور مضمون کا مواد تحقیق اور حوالہ جات کے مسلمہ معیار کے مطابق ہو۔ مضامین اور مقالہ جات مدیر شعور و آگہی مفتی عبدالخالق آزاد کے نام ادارہ کے پتہ پر ارسال کیے جائیں۔

(بقیہ: فلسطین میں اسرائیلی جارحیت)

امریکہ ایک طرف تو دنیا میں انتہا پسندی کے خلاف ڈھول پیٹ رہا ہے لیکن دوسری طرف انتہا پسندی کے اسباب کو اپنی پالیسی کے ذریعے فروغ دے رہا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ موجودہ اسرائیلی جارحیت میں ایک یہودی ربی کا یہ فتویٰ کہ ،، فلسطینی عورتوں اور بچوں کا قتل جائز ہے اور ایسا اقدام کرنے والے یہودی کو مجرم تصور نہ کیا جائے اور جو کارروائی ہو رہی ہے وہ یہودی تعلیمات کے عین مطابق ہے،،۔ اسرائیل اور فلسطین دونوں طرف سے انتہا پسند جنونیوں کو آمنے سامنے لانا امن کی خواہش رکھنے والوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ فلسطین کے مسئلہ کو سفارت کاری، ٹیبل ٹاک اور ڈائیلاگ کے دائرے سے نکال کر تشدد کے راستے پر ڈالنا امن دشمن قوتوں کی گہری سازش ہے۔ فلسطین کی قومی قوتوں کے مقابلے میں تشدد پسند قوتوں کا ابھار دراصل خطے میں انسانوں کے قتل عام کا سامراجی اور صہیونی منصوبہ ہے۔ جس پر 1948ء سے بڑی بے رحمی سے عمل ہو رہا ہے اور دنیا تماشائی بنی ہوئی ہے۔ سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ کا تو کیا ذکر یہاں تو اسلامی کانفرنس اور عرب لیگ بھی کہیں نظر نہیں آتی، ستاون اسلامی سربراہ جو امریکہ کی حمایت میں تو دُمیں ہلاتے نظر آتے ہیں لیکن اس انسانی المیے پر ان کی زبانیں گنگ ہیں، ان سے تو ونزویلا ہی اچھا ثابت ہوا کہ اس نے اپنے ملک سے اسرائیلی سفیر کو نکل جانے کو کہہ دیا۔ فلسطین کے مسئلہ کو عربوں کا قومی شعور ہی حل کر سکتا ہے، عرب دانش کو اپنی قومی اساس کی طرف لوٹ آنا چاہئے، اور ان کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اسرائیل اس خطہ میں امریکہ کا گماشتہ ہے، امریکہ اپنے مفادات کا تحفظ اسرائیل ہی کے ذریعے کرتا ہے، اسرائیل امریکہ کی ایسی کمین گاہ ہے جب اسے مشرق وسطی میں اپنے مقاصد حاصل کرنا ہوتے ہیں وہ یہیں سے حملہ آور ہوتا ہے، عربوں کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ عرب قوم پرستی کی روایت کو آگے نہیں بڑھا سکے اور تشدد پسند رجحانات نے انہیں گھیر لیا ہے، تشدد پسند تنظیموں سے عرب روابط کے لیے بدنام زمانہ CIA اور اس کے سرمائے نے اہم کردار ادا کیا ہے، خطے میں قومی رجحانات سے امریکی خوف کا اندازہ جمال عبدالناصر اور صدام حسین کے خلاف سامراجی کارروائیوں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا سفرِ ہندوستان

تحریر: پروفیسر ناصر عبدالعزیز، جھنگ

خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے صدر نشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری 19-07-2008 کو انڈیا کے سفر پر تشریف لے گئے۔ مفتی عبدالخالق آزاد، مفتی عبدالمتین نعمانی، راؤ ضیاء الرحمٰن، راؤ عزیز الرحمٰن اور راقم الحروف ناصر عبدالعزیز نے حضرت اقدس کی معیت میں سفر کیا۔

دوستی بس کے ذریعے اس قافلہ نے لاہور سے دہلی تک کا سفر کیا، لاہور سے حضرت اقدس کو رخصت کرنے کے لئے پورے پاکستان سے متعلقین کثیر تعداد میں جمع تھے۔ اپنے مرکز رشد و ہدایت خانقاہ رائے پور کی طرف حضرت والا کے سفر کی خوشی لیکن پاکستانی متعلقین سے عارضی جدائی کے غم کے ملے جلے احساسات اور اثرات احباب کے چہروں پر نمایاں تھے۔

رات دس بجے کے قریب دہلی ٹرمینل پہنچے تو دور دراز اور قرب جوار کے علاقوں رائے پور، میرٹھ، مظفر نگر، میوات وغیرہ سے ایک جم غفیر حضرت اقدس کا منتظر تھا اور جب قیام گاہ مسجد نواب والی قریش نگر پہنچے تو مسجد کے باہر سڑک کے دونوں طرف لمبی قطار میں لوگ استقبال کے لئے جمع تھے۔ پورے محلّہ میں رات کو دن اور عید کا سا سماں تھا۔

دوسرے دن حضرت والا کی معیت میں سارا قافلہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزارات پر حاضری کے لئے گیا، بعد ازاں خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، خواجہ باقی باللہؒ کے مزارات پر بھی احباب کا جانا ہوا۔ تاریخی مقام مقبرہ ہمایوں بھی جانا ہوا جہاں آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو انگریز نے محبوس رکھا اور وہیں پر جنرل ہڈسن نے بادشاہ کو یہ کہہ کر کہ آپ کے لئے تحفہ لایا ہوں اور طشت پر سے کپڑا اٹھا کر بادشاہ کے دو بیٹوں کے کٹے سر بوڑھے باپ کو پیش کئے۔ انگریزوں کو مہذب کہنے والوں کے لئے اس درندگی میں غور و فکر کا ساماں ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں بہادر شاہ ظفر کو ان کے ایک مخلص نے اصرار کے ساتھ کہا کہ آپ یہاں سے نکلئے اور باہر نکل کر تحریک آزادی کی قیادت سنبھالئے، بادشاہ راضی بھی ہو گئے لیکن الٰہی بخش نامی دوست نما انگریز کے ایجنٹ نے کہا آپ باہر عوام میں چلے جائیں گے تو کون آپ کو بادشاہ مانے گا، یہیں رہ کر کمان سنبھالئے، چنانچہ مختلف حیلے بہانوں سے اس منصوبے پر عمل نہ ہونے دیا۔

قیام دہلی کے چوتھے روز رائے پور کے لئے براستہ سڑک سفر ہوا، دہلی سے روانہ کرنے والوں کا بے پناہ ہجوم تھا اس بناء پر احباب حضرت والا کی زیارت ہی کر سکے مصافحہ نہ ہو سکا۔ راستہ میں کئی جگہ سلسلہ رائے پور کے متعلقین نے روکا اور بمشکل مغرب کے وقت جنت نظیر خانقاہ رائے پور پہنچ گئے، حضرت کی آمد سے رائے پور والوں کی خوشی دیدنی تھی۔

رائے پور میں صبح کی نماز سے لے کر رات گئے تک لوگوں کی آمد و رفت رہتی اور زائرین کا تانتا بندھا رہتا، بعد نماز فجر، بعد نماز ظہر اور عصر روزانہ علماء کرام کے بیانات ہوتے جن میں سینکڑوں لوگ شریک ہوتے، بعد ازاں سلسلہ رائے پور میں حضرت اقدس انہیں بیعت کرتے۔ ان اوقات کے علاوہ بھی اکثر و بیشتر سینکڑوں کی تعداد میں لوگ جمع ہو جاتے تو ان مواقع پر بھی بیان اور بیعت ہوتی۔ نوجوان، بوڑھے، عورتیں اور بچے اس طرح کشاں کشاں کھنچے چلے آتے تھے جیسے مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے، یہ سب ماحول خود بخود بن رہا تھا کوئی اشتہار، اعلان یا اطلاع کا نظام نہ تھا، خانقاہ اور اس کے جانشین کی یہ مقبولیت آج کی نہیں شروع دن سے ہے، اسی حالت کو دیکھ کر ایک مرتبہ مولانا سعید احمد خاں مرحوم امیر تبلیغی جماعت مدینہ منورہ نے کہا تھا: شاید فرشتوں نے لوگوں کے کانوں میں پھونک ماردی ہے کہ لوگوں کے دل خانقاہ کے جانشین کی طرف کھنچے چلے آ رہے ہیں، اسی تاثر کا اظہار ایک استفتاء کے جواب میں دارالعلوم دیوبند کے حالیہ فتویٰ میں کیا گیا کہ "مولانا سعید احمد صاحب کا سلسلہ بواسطہ شاہ عبدالقادر صاحب، مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب سے ہی ہے۔ الحمد للہ انہیں اللہ نے کافی مقبولیت عطا فرمائی ہے ان سے اصلاح اور تزکیہ نفس میں فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

خانقاہ میں عوام، خواص، علماء، مفتیان اور خانقاہوں کے بزرگوں کا آنا جانا اور قیام رہا، یوں تو بہت سے علماء، محدثین اور محققین تشریف لائے اختصار کی خاطر سب کا ذکر ممکن نہیں، مختصراً یہ کہ مفتی حبیب الرحمٰن صدر مفتی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی، شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام، مرادآباد، شیخ الحدیث مولانا محمد اختر، ریڑھی تاج پورہ، مفتی خبیب احمد، مظاہر العلوم سہارنپور، مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی اور کئی حضرات خانقاہ میں تشریف لائے۔ مولانا عبداللہ ندوی بھی آئے۔ ہندوستان کی ریاستی اور قومی اسمبلیوں کے کئی ممبران بھی حضرت کی زیارت کے لئے آئے، اس سفر میں نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد حضرت سے فیض یاب ہوئی اور ان کے فکر و عمل میں واضح تبدیلی دیکھی گئی۔

اس بار قیام رائے پور کے دوران مفتی عبدالخالق آزاد ہندوستان کے جید علماء کرام کو روزانہ حجۃ اللہ البالغہ پڑھاتے رہے جبکہ مفتی عبدالمتین نعمانی شعور و آگہی اور اسلام کا اقتصادی نظام نوجوان علماء و گریجویٹس کو ذہن نشین کراتے رہے۔

مدارس میں ختم بخاری اور ختم مشکوٰۃ شریف میں بھی حضرت والا کا جانا ہوا، ان اجتماعات میں حضرت مدظلہ کی آمد کی اطلاع پا کر اتنے لوگ جمع ہو جاتے کہ جلسہ گاہ تک حضرت کو پہنچانا اور وہاں سے واپس آنا بڑا مشکل ہو جاتا، رائے پور سے واپسی کے وقت حضرت سے لوگوں کی محبت و عشق کا عجیب سماں تھا، کوئی دل تھامے زار و قطار رو رہا ہے تو کوئی گاڑی کو روکنا چاہتا ہے، واقعی حقیقی بادشاہت تو ان سچے اولیاء کی ہے جو گردنوں اور جسموں کی بجائے دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔

واپسی میں یہی حالت دہلی میں رہی۔ ایک ہی وقت میں جب دو مختلف کیفیات دیکھنے میں آتی ہیں تو اسے بیان کرنا مشکل ہو جاتا ہے یہی صورت حال یہاں ہے۔ انڈیا سے رخصت کرنے والے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں اور پاکستان والے حضرت والا کی زیارت، رشد و ہدایت کے بہتے دریا اور عقل و خرد کی انتہاؤں کو چھونے والی فکر انگیز مجالس کے حصول کی خوشی میں شاداں و فرحاں ہیں۔

27 اگست 2008 کو حضرت پاکستان پہنچ گئے یوں چالیس روزہ یہ مبارک سفر اختتام پذیر ہوا۔

(بقیہ خطبہ جمعۃ المبارک)

یہ بات یاد رکھیں، جو قوم صرف تخیلات اور تصورات رکھے وہ کبھی عملی زندگی میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ایک ڈاکٹر صرف تخیلاتی باتیں کرے، امراض فلاں، فلاں ہوتے ہیں، لیکن ان کا کوئی سسٹم نہ دے، عملاً کوئی طریقہ وضع نہ کرے تو وہ انسانیت کو فائدہ نہیں دے سکتا۔ ایک انجینیر اچھا بیان کر لیتا ہے، اچھے طریقے بیان کرتا ہے، لیکن عملی طور پر بلڈنگ بنانے کے طریقے پرانے اختیار کرتا ہے، تو وہ اچھا انجینیر نہیں کہلا سکتا۔

بے شک دین اسلام آخری اور قطعی دین ہے، سب سے اونچا ہے، اگر یہ دین اور نظریہ بے شعور لوگوں کے ہاتھ میں آجائے تو انسانیت کے حق میں نتائج نہیں ظاہر ہو سکتے۔ ہم نے اپنے دین کے نظریہ کے مطابق سسٹم اور نظام قائم کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ الٹا یہ ہوا کہ جو سسٹم اور نظام انسانیت کو نقصان دینے والا تھا، اس کو قائم کرنے میں مددگار بن گئے۔ جب کہ اس نظام کی اصل قوت ہمارا دشمن ہے۔ گویا کہ دشمن کے نظام کو چلانا، اس کی مدد کرنا، تباہی نہیں، تو کیا ہے؟۔ اس لیے آج کے زوال کے دور میں ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم قرآن کی تعلیم سے عقل و شعور حاصل کر کے سماجی حوالہ سے انسانیت کے لیے مفید نتائج پیدا کرنے کی کوشش کریں، جیسا کہ قرون اولیٰ میں حضور ﷺ کی جماعت نے کیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور علمائے ربانیین کے نقش قدم پر اپنی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

دینی مسائل

اس صفحہ پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

جوابات از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی

شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

(۱) سوال: کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ کے بارہ میں کہ میں نے ایک خاتون سے بارہ ایکڑ زرعی اراضی خرید کی، اس وقت یہ رقبہ ایک تیسرے آدمی نے ٹھیکہ پر لیا ہوا تھا۔ چنانچہ اس ٹھیکیدار نے اپنے آپ کو مزارع ظاہر کرتے ہوئے اس وقت کے مروجہ قانون کے مطابق شفعہ مزارعگی دائر کر دیا۔ قابلِ دریافت امر یہ ہے کہ مزارع نے جو شفعہ کا دعویٰ دائر کیا ہے، کیا شرعاً جائز ہے؟ اور شفعہ مزارعگی شریعت میں ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل: شیخ محمد، سکنہ موضع سوڈا

جواب: صورتِ مسئولہ میں شرعاً مزارع کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہے، کیوں کہ شفعہ کے لیے ضروری ہے کہ شفعہ کرنے والے کی ملکیت، شفعہ کی ہوئی زمین کے ساتھ متصل ہو، جب کہ ٹھیکیدار صرف مزارع ہے۔ اور اس کی مملوکہ زمین، فروخت کردہ زمین کے ساتھ متصل نہیں ہے، اس لیے وہ شفعہ کا حق نہیں رکھتا۔ شفعہ مزارعگی کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔ قال فی الدر المختار: وسببها (الشفعة) اتصال ملک الشفیع بالمشتری (بفتح الراء) بشرکة اوجوار: وقال العلامة الشامی: قال الطوری: وسببها دفع الضرر الذی ینشأ من سوء المجاورة علی الدوام (ص ۱۳۷، ج۵) فقط واللہ اعلم

(۲) سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی، جس کی کل آبادی تقریباً بیس (۲۰) گھر ہیں اور وہاں نماز عید پڑھائی جاتی ہے، جب کہ وہاں نماز جمعہ اور دیگر نمازیں باجماعت ادا نہیں ہوتیں، برائے کرم آگاہ فرمائیں کہ ایسی بستی میں نماز عید پڑھنا جائز ہے؟۔ سائل: محمد منشاء

جواب: چھوٹے گاؤں میں عید نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ وفی رد المحتار وفی القنیه صلاة العید فی القری تکره تحریماً (شامی ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارہ میں کہ دو پارٹیوں کے درمیان لڑائی ہوئی اور ایک پارٹی ان کو چھڑانے کے لیے گئی، ان میں سے ایک پارٹی نے چھڑانے والی پارٹی پر زیادتی کی اور کئی لوگوں کو زخمی کر دیا۔ اس کے بعد چھڑانے والی پارٹی نے زیادتی کرنے والی پارٹی کے خلاف تھانہ میں مقدمہ درج کروا دیا۔ بعد میں علاقہ کے معزز آدمیوں نے متفقہ طور پر مصالحانہ فیصلہ کیا کہ ملزم پارٹی کو زیادتی کے بدلے چھ ہزار روپیہ جرمانہ دینا چاہیے۔ ملزم پارٹی نے اس فیصلے کے مطابق چھ ہزار روپیہ ادا کر دیا۔ اور مدعی پارٹی نے تھانہ میں جا کر مقدمہ خارج کروا دیا، کیا مدعی پارٹی کے لیے یہ چھ ہزار روپے لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟۔ سائل: محمد عقیل

جواب: صورتِ مسئلہ میں جب تک زخم درست نہ ہو جائیں یا درست ہو جائیں اور ان کے نشان باقی ہوں، تو اس صورت میں زیادتی کرنے والے سے بطور جرمانہ کچھ رقم وصول کرنے پر مصالحت کی جا سکتی ہے۔ قال فی الهندیه: جرح رجلاً عمداً فصالحه منه لایخلوا اما ان برأ اومات منها فان صالحه من الجراحة اومن الضربة اومن الشجة اومن القطع ....جاز الصلح ان برئ بحیث بقی له اثر وان برئ بحیث لم یبق له اثر بطل الصلح .

(ص ۲۶۱، ج۳ عالمگیری)

(قارئین "رحیمیہ" دینی اور سماجی معاملات سے متعلق اپنے سوالات مدیر "رحیمیہ" کے نام بھیج سکتے ہیں، جن کا جواب فقہ اور شریعت کی روشنی میں، افادۂ عام کے لیے اس صفحہ پر شائع کیا جائے گا)

رفتارِ کار۔۔۔ رحیمیہ

عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ

علومِ اسلامیہ کورس کا افتتاح

قوموں کے عروج و زوال کی بات ہو یا انسانی ارتقا کی، ہر دور میں نوجوانوں کی ایک خاص اہمیت رہی ہے۔ لہٰذا حق پرست قوتیں ہوں یا باطل نظریات کی حامل جماعتیں وہ اپنے اپنے مقاصد و اہداف کو حاصل کرنے کے لئے نوجوانوں پر ہی محنت کرتی ہیں۔ ایک طرف انسان دوست نظریات کی حامل جماعتیں نوجوانوں کی تربیت کر کے انکو مستقبل کے معمار بنانے کی تگ و دو کرتی ہیں تو دوسری طرف قوموں کو غلام بنانے کے لئے سامراجی قوتیں، نوجوانوں کو نظریاتی و فکری انتشار میں مبتلا کر کے انکو ماضی سے کاٹتی نظر آتی ہیں تا کہ انکا تسلط زیادہ سے زیادہ عرصہ تک جاری رہ سکے۔ آج ہمارا نوجوان ایک طرف جدید تعلیم کو محض ذریعہ روزگار گردانتا ہے تو دوسری طرف مسجد و مدرسہ کا طالب علم اداروں کی تشکیل اور نظام چلانے کی صلاحیت سے محروم ہے۔ اگر ہم دُنیا میں ایک باعزت زندگی گزارنے کے طلب گار ہیں تو ہمیں بھی اپنے نوجوانوں کو قریب کرنا ہوگا اور ان کو ایسی تربیت سے مزین کرنا ہوگا کہ جو نہ صرف قومی ضرورتوں سے ہم آہنگ ہو بلکہ دینی و ملی تقاضوں کو پورا کرنے کی بھی حامل ہو۔ اسی مقصد کے پیش نظر سال نو کے آغاز پر ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، میں گریجویٹ افراد کے لئے "علوم اسلامیہ کورس" کے عنوان سے اسلامی علوم کا چار سالہ پروگرام ترتیب دیا گیا ہے جسکی افتتاحی تقریب 10- جنوری 09ء کو ادارہ ہذا میں منعقد ہوئی۔ اس تقریب سے قبل داخلہ کے خواہش مند احباب نے اپنے داخلہ فارم جمع کروائے اور انٹرویو دیئے۔ تقریب کی نظامت کے فرائض انیس احمد سجاد صاحب نے انجام دیئے اور تلاوت کلام پاک کے بعد ادارہ کے ناظمِ تعلیمات جناب مفتی عبدالغنی قاسمی صاحب نے علومِ اسلامیہ کورس کی تفصیلات سے دوستوں کو آگاہ کیا۔ کورس میں قرآن حکیم اور اسکی تفسیر، حدیث اور اسکی تشریح، قانون و فقہ کا علم اور سیرت مبارکہ شامل ہیں۔ چونکہ ان علوم کے بنیادی ذرائع عربی میں ہیں لہٰذا عربی گرائمر صرف و نحو اور ادب کے بنیادی قوانین سے آگاہ ہو کر ہی اسکی روح کو سمجھا جا سکتا ہے۔ بعد ازاں ادارہ کے ناظمِ اعلیٰ جناب مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے علومِ اسلامیہ کورس کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دین اسلام سے سچی وابستگی اور اسکو غالب کرنے کی جدوجہد اور اسکا سسٹم بنانے اور چلانے کے لئے جس قسم کی استعداد کی ضرورت ہے اسکے لئے کوشش کرنا وقت کا تقاضا ہے۔ انھوں نے مزید فرمایا کہ کسی بھی نظریہ و فکر کو اسکے اصل مأخذ سے سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے جسطرح آج کمپیوٹر کو سمجھنے کے لئے انگریزی زبان سمجھنا ضروری ہے اسی طرح دینی فکر کی اصل تہہ تک پہنچنے کے لئے عربی جاننا لازم ہے تا کہ معاشرے میں موجود نظریاتی و فکری انتشار کو ختم کیا جا سکے۔ بعد ازاں دُعائیہ کلمات سے مجلس کا اختتام ہوا۔

علوم اسلامیہ کورس کی باقاعدہ کلاسز 14-01-2009 سے شروع ہو چکی ہیں۔ مدرسین میں جناب مفتی عبدالخالق آزاد صاحب، جناب مفتی عبدالغنی قاسمی صاحب، مولانا غلام مصطفےٰ کیانی صاحب اور مولانا محمد جمیل صاحب شامل ہیں۔

رحیمیہ ڈائری اور کیلنڈر 2009ء

ادارہ کی خوبصورت رحیمیہ ڈائری 2009 چھپ کر آ چکی ہے۔ ٹائٹل براؤن اور نارنجی رنگوں پر مشتمل ہے جس پر ادارہ کا مونوگرام نمایاں ہے اور ڈائری کھولنے کے لئے گولڈن انچ سے اسکی پائیداری میں اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح ڈائری کی پشت پر اپنا نام یا وزٹنگ کارڈ لگانے کے لئے پاکٹ موجود ہے۔ ڈائری کا آغاز قرآن پاک کی آیت " ولقد بعثنا فی کل امة رسوله ان اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت . سے کیا گیا ہے نیز پلانر، نوٹس، ہر صفحہ پر اقوال زریں اور پورے ماہ کا کیلنڈر اسکی چیدہ چیدہ خصوصیات میں شامل ہیں۔ ڈائری کی قیمت یکصد پچاس روپے ہے جسکے ساتھ ایک خوبصورت کیلنڈر مفت ہے۔ رحیمیہ ڈائری خود بھی استعمال کیجئے اور دوستوں کو بھی تحفہ میں دیجئے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

ایک مختصر تعارف

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور ایک دینی، تعلیمی اور تربیتی مرکز ہے۔ یہ اپنی وقیع علمی حیثیت اور دین اسلام کے نظامِ فکر و عمل کی شعوری تربیت کے حوالے سے منفرد شناخت رکھتا ہے۔ یہ ادارہ پاکستان کے تاریخی شہر لاہور میں 2001ء میں قائم ہوا اور لاہور شہر کی مرکزی شاہراہ فاطمہ جناح (کوئینز روڈ) پر واقع ہے۔

ادارہ کے بانی: اس ادارہ کے بانی اور سرپرست اعلیٰ برعظیم پاک و ہند کے مسلمہ دینی سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ ہیں، آپ حضرت رائے پوری ثانی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کے خلیفہ مجاز اور اپنے والد گرامی حضرت رائے پوری ثالث حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہ کے جانشین ہیں۔

حضرت بانی اور ان کی جدوجہد: حضرت اقدس رائے پوری رابع جنوری 1926ء میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر سے ہی خانقاہ رائے پور میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی صحبت اور اپنے والدِ گرامی کی معیت میں ''رائے پور'' رہے۔ آپ نے اپنے والدِ گرامی سے ابتدائی دینی کتب پڑھیں اور دیگر جید علماءِ کرام سے علومِ قرآنیہ کی تعلیم حاصل کی اور پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے 1948ء میں دورۂ حدیث پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد دو سال حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ قدس سرہ سے سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی تربیت حاصل کر کے 1950ء میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اور پاکستان تشریف لائے۔

ادارہ کے قیام کا پس منظر: قیام پاکستان کے ساتھ ہی اس بات کی بڑی ضرورت تھی کہ نوجوان نسل کی تعلیم و تربیت کے لیے دینی تعلیمات کو بطور نظام زندگی پڑھایا جاتا اور نوجوانوں کو اس بات کا شعور دیا جاتا کہ انسانی معاشروں کے بنیادی مسائل کیا ہیں؟ اور انہیں دینی نقطۂ نگاہ سے انسان دوستی کے حوالے سے کیسے حل کیا جا سکتا ہے؟ لیکن ہمارے ملک میں سرمایہ داری اور جاگیرداری نظام کے تسلط اور رجعت پسندی کی بنیاد پر قائم تعلیمی نظام میں ان امور کو سامنے نہیں رکھا گیا۔ بلکہ افسوسناک امر یہ ہے کہ ملک کے تعلیمی نظام کو دو (۲) الگ الگ خانوں میں بانٹ دیا گیا۔ کچھ تعلیمی ادارے دین کے حوالے سے دینی اور مذہبی شناخت سے متعارف ہوئے، جب کہ دیگر تعلیمی ادارے دنیاوی تعلیم کے نام پر جدید تعلیمی سکول اور کالجز کے طور پر متعارف ہوئے۔ یوں دین اور دنیا کی تقسیم کر کے یہاں کے نوجوانوں کو دو طبقوں میں بانٹ دیا گیا۔ حالانکہ یہ تقسیم دین اسلام کے گیارہ سو سالہ غلبہ کے زمانہ میں کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ پھر اس پر ہماری اجتماعی کوتاہی کا عالم یہ ہے کہ خالصتاً مذہب کے نام پر قائم تعلیمی ادارے محدود دائرہ میں رہ کر دین کی تعلیم دے رہے ہیں۔ وہ صرف عقائد اور اصلاحِ اعمال کے حوالے سے تو کسی درجہ میں تعلیم و تربیت کا کام سرانجام دے رہے ہیں، اور وہ بھی اپنے اپنے فرقہ اور مسلک کی بنیاد پر ایسا کر رہے ہیں، لیکن انسانی معاشرے کی سیاسی، معاشی اور عمرانی تقاضوں کی تکمیل میں دین اسلام کا کیا کردار ہے؟ آج انسانیت بھوک و افلاس، ذلت اور خوف کے عالم میں ہے، اس سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ ان سوالات کو ''دنیا'' قرار دے کر جان چھڑائی جاتی ہے۔

اسی طرح دنیاوی تعلیم کے نام پر حکومتوں کے زیر اہتمام چلنے والے ہمارے سکول، کالجز اور یونیورسٹیز میں نوجوانوں کو سماجی زندگی کے مختلف شعبوں میں پیشہ ورانہ تعلیم تو دی جاتی ہے اور وہ بھی سرمایہ دارانہ (کیپٹل ازم کے) اصول پر، لیکن دینی اور قرآنی نظریہ کی اساس پر قومی اور بین الاقوامی نظام کے سیاسی، معاشی اور عمرانی مسائل پر رہنمائی کا کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔ بلکہ یہ تعلیمی ادارے غلامی کے دور میں قائم لارڈ میکالے کے نظریہ تعلیم کی اساس پر سرمایہ دارانہ نظام کے لیے آلۂ کار طبقات پیدا کرنے کے لیے کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس طرح ہم دوہرے نظامہائے تعلیم کی اساس پر ''دینی'' اور ''دنیاوی'' دو متضاد اور باہم برسرِ پیکار طبقات پیدا کرنے میں مصروفِ عمل ہیں جس نے قومی وحدتِ فکری اور اجتماعی شیرازہ بندی، سیاسی استحکام اور معاشی خوشحالی سے ہمیں کوسوں دور کر دیا ہے۔

ادارہ کے قیام کا تقاضہ: ان حالات میں بڑی ضرورت تھی کہ ایسی تعلیمی اور تربیتی جدوجہد اور کوشش کی جائے کہ جس سے دینی اور قرآنی تعلیمات کی اساس پر انسانی سماج کے اہم ترین سیاسی، معاشی اور عمرانی مسائل کا شعور حاصل ہو، اور دین کو بطور نظام زندگی سمجھنے کے لیے قرآنِ حکیم سے رہنمائی لی جائے اس حوالے سے حضرت اقدس رائے پوری نے گذشتہ طویل عرصہ میں یونیورسٹیز اور کالجز کے نوجوانوں اور دینی مدارس کے فارغ التحصیل علماء اور طلبا میں بڑی محنت اور جدوجہد سے شعور و آگہی کا کام کیا۔ بڑے عرصے سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی اس حوالے سے حضرت رائے پوری کی تعلیمی، تربیتی اور شعوری جدوجہد کو بہتر انداز سے مربوط کرنے کے لیے ایک مرکز قائم کیا جائے، نیز سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے تربیتی سلسلہ سے وابستگان کی روحانی، علمی، دینی اور اخلاقی تربیت کے لیے یہ مرکز کردار ادا کرے، چنانچہ آپ کی ان تمام کاوشوں کو مربوط کرنے کے لیے پاکستان کے تاریخی شہر لاہور میں ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کا قیام عمل میں آیا۔

ادارے کے بنیادی اہداف:

(الف) علوم قرآنیہ کی بنیادی تعلیمات اور بہ تکمیل حالت میں نوجون نسل کے سامنے پیش کی جائیں۔ اس کے لیے علوم قرآنیہ کے چار شعبوں یعنی:

(۱) قرآنِ حکیم کی مستند تفسیر۔
(۲) احادیث نبویہ کی مسلمہ تشریح۔
(۳) فقہ اور قانونِ اسلامی کی اجماعی تفہیم۔
(۴) اور تربیت و تزکیۂ قلوب کے لیے انسانیت کے بنیادی اخلاق کی توضیح پیش کی جائے

(ب) وہ علوم جو انسانی سماج کی تشکیل میں بنیادی اور اہم کردار ادا کرتے ہیں یعنی:

(۵) عمرانیات (سوشیالوجی) اور اس کے قرآنی اصول۔
(۶) سیاسیات (پولیٹکس) اور اس کے قرآنی اصول۔
(۷) معاشیات (اکنامکس) اور اس کے قرآنی اصول۔
(۸) تاریخ (ہسٹری) اور اس کے قرآنی اصول۔
(۹) فلسفہ (فلاسفی) اور اس کے قرآنی اصول۔
(۱۰) حالاتِ حاضرہ اور قرآنی نقطۂ نظر سے ان کا تجزیہ۔

ان سماجی علوم کو قرآنی تعلیمات کے تناظر میں سمجھا جائے۔ اور قرآنی احکامات کے سماجی تشکیل پر ہونے والے اثرات کا جائزہ لیا جائے۔ اور اس طرح قرآنی علوم کا فہم و شعور بلند کیا جائے۔

(ج) سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے وابستگان کی روحانی، اخلاقی اور شعوری تربیت کے لیے:

(۱۱) مجالس ذکر و فکر کا اہتمام۔
(۱۲) معمولاتِ مشائخ رائے پور کی پابندی۔

اس طرح ادارہ کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات کو بطور نظام زندگی سمجھنے سمجھانے شعور بیدار کرنے اور تعلیم و تربیت دینے کی جدوجہد میں مصروف ہے۔

ادارہ میں تعلیمی اور تربیتی سرگرمیاں

(۱) قرآنِ حکیم کی باترجمہ تعلیم کا اہتمام۔
(۲) علوم قرآنیہ (تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف وغیرہ) کی تدریس۔
(۳) علوم قرآنیہ کی روشنی میں جدید عمرانیات و سماجیات کی تعلیم۔
(۴) شریعت، طریقت اور دینی سیاست کی تعلیم و تربیت کا اہتمام۔
(۵) دینی دعوت کے فروغ کے لیے تربیتی مجالس کا انعقاد۔
(۶) دینی شعور کے پھیلاؤ کے لیے سیمینار اور سمپوزیم کا انعقاد۔
(۷) مجالس ذکر و فکر کا اہتمام۔
(۸) دینی مسائل و احکام پر مشتمل پمفلٹس کی اشاعت۔
(۹) دینی اکابر کے علوم و افکار پر مشتمل لٹریچر کی اشاعت۔
(۱۰) کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور جدید ذرائع تعلیم و تربیت کا استعمال۔